© rasailojaraid.com

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

درد کی ڈھول

کوئی چالیس سال پرانی بات ہے۔ تعلیمی بورڈ لاہور میں ہمارے ایک ساتھی تھے' نذیر قریشی بی اے علیگ' چاک گریباں' بال پریشاں' شیو بڑھی ہوئی' ہر وقت لیے دیئے رہتے' ہمیشہ کتاب' رسالہ ان کے ہاتھ میں ہوتا' گفتگو کم ہی کرتے۔ سانده کلاں سے' سڑکیں ماپتے ہوئے' پیدل چل کر دفتر پہنچتے۔ کئی دفعہ' راستے میں سینٹ انتھنی سکول' مسجد شہداء کے سامنے کھڑے ناول پڑھتے ہوئے دیکھے گئے سایۂ دیوار کی طرح جہاں کھڑے ہوتے' گھنٹوں کھڑے رہتے۔ بورڈ دفتر کے سامنے نیشنل فین والے ''محمد دین اینڈ سنز'' کی سبز کوٹھی کے باہر' مُلّاں کے ہوٹل میں چائے پیتے۔ کتاب میں ایسے مگن ہوتے۔ کہ چائے ٹھنڈی ہو جاتی' اور منگواتے۔ چھٹی کے وقت' سیف (Safe) کو وہم کی حد تک چیک کرتے۔ بعض اوقات تو ڈیوس روڈ پہنچ کر واپس آتے۔ سیف چیک کرتے' کھولتے پھر بند کرتے۔ اپنی پروموشن سے انکار کرتے ہوئے لکھ کر دے دیا کہ میں یہیں ٹھیک ہوں۔ ایک پڑھے لکھے نوجوان کو اس حالت میں دیکھ کر دکھ ہوتا دفتر میں یہ بات مشہور تھی کہ وراثتی رشتہ داروں کی طرف سے جائیداد کی تقسیم میں انصاف نہ ہونے کی وجہ سے اس حال کو پہنچے ہیں۔ دکھی کو دکھی مل جائے تو دکھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ میں نے اُن کے قریب ہونے کی کوشش کی کہ ستم زدہ' بندہ پراگندہ کا حال پوچھوں اور اس طرح مجھے ایک خاندانی جبر و استحصال کی کہانی ہاتھ آ گئی کہ اس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ ہر گھر کی کہانی ہے۔ تین چار نشستوں میں' میں اسے پورا کر سکا۔ دوران گفتگو میرا ساتھی کئی دفعہ رویا اور کئی دفعہ ہنسا۔ اُن کا کہنا تھا کہ:

جل جاؤ کڑی دھوپ میں خاموشی سے لیکن
اپنوں سے کبھی سایۂ دیوار نہ مانگو!

کہانی اُن کے اپنے الفاظ میں تحریر ہے:

''ہم چار بھائی تھے۔ پاکستان بننے کے ایک سال بعد والد' اللہ کو پیارے ہو گئے۔ والدہ نے کپڑے سلائی کر کے' محنت مزدوری سے ہماری پرورش کی۔ ۱۹۵۹ء میں میٹرک کے بعد' میں تعلیمی بورڈ لاہور میں ملازم ہو گیا۔ تین بھائی زیرِ تعلیم تھے۔ میں سو روپے ماہانہ تنخواہ میں سے ساٹھ روپے گھر بھیجتا۔ خود لاہور میں رہتے ہوئے' چالیس روپے میں جیسے تیسے اپنی زندگی کی گاڑی کھینچنے کی کوشش کرتا۔ سعدی پارک مزنگ میں' دس روپے ماہوار کرائے پر' بجلی پانی کے بغیر ایک کوٹھڑی میں رہائش تھی۔ سارا دن دفتر' کام میں گزر جاتا۔ رات چارپائی گلی میں کھینچ کر سو رہتا۔ مجھے یاد ہے میں نے اپنی زندگی کی کچھ راتیں ٹولنٹن مارکیٹ' مال روڈ کے فٹ پاتھ پر بھی گزاری ہیں کھانا کبھی ملا کبھی نہ ملا۔ کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ والدہ کا کہنا تھا کہ تم چھوٹے بھائیوں کے لیے مشقت اٹھا رہے ہو' یہ بھی عبادت ہے۔ جہاں جانا ہوتا پیدل جاتا کہ غربت کی وجہ سے ایک سائیکل کی قوتِ خرید بھی نہ تھی۔ مصائب و مشکلات کا مارا ہوا بعض اوقات تو تنہائی میں اپنی قسمت کو کوستا کہ میں زندگی نہیں گزار رہا تھا' زندگی مجھے گزار رہی تھی۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی قتیل
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں!

وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں تبدیلی آتی چلی گئی۔ شادی کے بعد میں نے ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بچی سے نوازا' دوسرا بیٹا ہوا' ذمہ داریاں بڑھتی گئیں۔ والدہ وفات سے پہلے تحریری طور پر وصیت کر گئی تھیں کہ میری مرگ کے بعد' مکان میرے چاروں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔ میں نے اپنی ضروریات کے پیش نظر' آبائی وراثت کی تقسیم کے لیے کئی دفعہ معاملہ اٹھایا مگر بارہ سال تک کسی نے کوئی پروانہ کی۔ آخر ایک دن' چھوٹا بھائی جو کپڑے کا کاروبار کرتا تھا اور ایک مذہبی جماعت سے بھی بہت گہرا تعلق رکھتا تھا، بڑا مہمان نواز تھا اور ہر ایک کو نصیحتیں کرتا نہیں تھکتا تھا ' آیا اور کہنے لگا'' بھائی جان! مکان میں نے لینا ہے اس کی قیمت اس وقت چار لاکھ ہے''میں نے کہا'' بھائی صاحب! آپ حافظ ہیں' حاجی ہیں' مجھ سے اچھے ہیں' میں آپ پر اعتماد کر رہا ہوں' امید ہے آپ مکان کی صحیح قیمت لگوا کر مجھے میرا حصہ یک مشت ادا کر دیں گے کہ میرے کسی کام آسکے۔ مگر بھائی صاحب نے ایک لاکھ روپیہ چار قسطوں (۶۰ ہزار، ۲۵ ہزار، ۱۰ ہزار، ۵ ہزار) میں ادا کیا' وہ بھی پانچ سال میں اور کہا کہ رسید میں رقم کا اندراج نہ کریں۔ بس اتنا لکھ دیں کہ میں نے اپنا حصہ وصول کر لیا ہے مجھے ان پر اعتماد تھا' میں نے لکھ کر دے دیا' میں آٹھ نو سال سے ناراضگی کی وجہ سے گھر نہیں گیا تھا' جب گیا تو پتہ چلا کہ مکان کی قیمت کم از کم دس لاکھ تھی۔ بھائی صاحب چونکہ قابض تھے' مکان خود لینا چاہتے تھے' او نے پونے ٹرخا گئے۔ انہوں نے باقاعدہ مکان کی قیمت نہیں لگوائی تھی۔ اس فریب کا پس منظر میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ

جن پہ ہوتا ہے بہت دل کو بھروسہ تابشؔ
وقت پڑنے پہ وہی لوگ دغا دیتے ہیں

میں نے بڑے دکھ سے بھائی صاحب کو خط لکھا کہ آپ نے مکان کی قیمت صحیح نہیں لگائی۔ بھائی صاحب آپ نے اس لیے کم تولا ہے کہ ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے؟ والدہ کی طرف سے وصیت کردہ میرا چوتھا حصہ آپ کے پاس میری امانت ہے آپ اس میں خیانت کر رہے ہیں۔ میرا اور میرے بچوں کا حصہ کاٹ کر آپ اپنے اور اپنے بچوں کے حصے میں ملا کر خلط ملط کر رہے ہیں۔ آپ اپنی قبر ہلکی کرنے کے لیے' کسی غیر جانب دار پراپرٹی ڈیلر سے' مکان اندر باہر سے دکھا کر' اس کی صحیح قیمت لگوا کر' مجھے میرا چوتھا حصہ ادا کریں۔ کہ آخرت میں آپ کی پکڑ نہ ہو اور اگر آپ کے نزدیک میرے ساتھ پورا پورا انصاف کیا گیا ہے تو یہی انصاف آپ اپنے ساتھ بھی پسند کریں۔ اس مکان پر میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کا۔ اتنے پیسوں میں جتنے آپ مجھے دے رہے ہیں مکان مجھے دے دیں۔ میں لینے کو تیار ہوں۔ خط کے ساتھ میں نے معروف عالم دین جناب ڈاکٹر عبدالحئی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''احکامِ میت'' کا درج ذیل اقتباس بھی لگایا:

''شریعت کا حکم ہے کہ ترکہ (وراثت) میں جن حقوق کی ادائیگی لازمی ہے' ادا کر کے باقی میراث' وارثوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔ تاخیر ہونے سے حق تلفی تک نوبت پہنچ جاتی ہے' ایک سنگین کوتاہی جو بہت کثرت سے ہو رہی ہے' یہ ہے کہ میت کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی۔ جس کے قبضہ میں جو مال ہے وہی اس کا مالک بن بیٹھتا ہے اور طرح طرح کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیلے بہانے بنا کر اسے اپنے لیے حلال بنانے کی کوشش کرتا ہے' یہ وہی شخص کرسکتا ہے جو قابض ہے کیونکہ اسی میں اس کا نفع ہے وراثت کی شرعی تقسیم اتنی ضروری ہے کہ اگر میت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ سب حق داروں کی اجازت کے بغیر اسے منہ میں ڈال لے اس لیے عذاب قبر اور عذابِ جہنم سے ڈریں اور وارثوں کو شرع کے مطابق ان کا پورا پورا حق پہنچائیں۔ بعض مرتبہ کوئی وارث ترکہ پر جبراً قابض رہتا ہے اور تقسیم میں من مانی کرتا ہے قیامت کے روز ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا اور جو آگ اپنے پیٹ میں بھری ہے اس کا عذاب بھگتنا ہوگا۔''

''کسی کا حق دبانے، کمزور پر ظلم ڈھانے سے زمین کانپتی ہے۔ عرش ہلتا ہے خدا کا خوف جوش مارتا ہے۔ حتیٰ کہ فرشتوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ بعض خدا ناشناس رات دن نمازیں پڑھتے ہیں۔ زبان سے رب رحیم پکارتے ہیں۔ مگر اپنی ناانصافیوں پر دھیان نہیں دیتے۔ کمزوروں پر رحم نہیں کھاتے' من میں مست ہیں کہ خدا کی خوشنودی یعنی جنت اُن کے پاس بیچ ہوگی۔''

اس کے جواب میں بھائی صاحب نے مجھے لکھا:

'' آپ ایک فیصلہ کر کے بدل گئے ہیں...... شیطان کے بہکاوے میں آ گئے ہیں...... جاؤ کسی عالم سے جا کر پوچھ لو کہ ایک بات کر کے بدل جانا کتنا بڑا گناہ ہے...... ہمارا معاملہ ایک بزرگ ہستی کے سامنے طے ہوا تھا...... میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا کہ میں نے والدین کی کوئی چیز فروخت کر کے خود زیادہ پیسے رکھ لیے ہیں اور آپ کو کم دیئے ہیں......''

بھائی صاحب نے باقی سب کچھ تحریر کیا مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں نے مکان کی با قاعدہ غیر جانب دارانہ قیمت لگوا کر' چار برابر حصے کر کے' انصاف کے ساتھ آپ کو ادائیگی کی ہے اور اگر آپ کو شک ہے تو آپ خود اس کی قیمت لگوالیں۔ جواب میں' میں نے بھائی صاحب کو تحریر کیا کہ میں کئی سال سے ناراضگی کی وجہ سے گھر نہیں آیا تھا۔ میرے سامنے مکان کی اصلی پوزیشن نہ تھی۔ میں نے آپ کو حافظ' حاجی' نیک جانتے ہوئے آپ پر مکمل اعتماد کیا' اب چونکہ مکان آپ نے لینا تھا' آپ نے اس کی با قاعدہ قیمت نہیں لگوائی۔ آپ نے دیدہ دانستہ دس لاکھ کی بجائے چار لاکھ قیمت بتائی اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ فراڈ نہیں کیا۔ باقی رہی بات ایک بزرگ کے سامنے بات طے کر کے بدلنے کی...... یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک دکان دار وہ بھی ایک حقیقی بھائی سے کہا جائے کہ بھائی صاحب آپ سے کپڑے کا ایک تھان خریدا تھا اس کا کپڑا ابھی خراب نکلا ہے اور ریٹ میں بھی بہت زیادہ فرق ہے اور واقعی جب مال بھی خراب ہو اور ریٹ بھی بہت زیادہ لگایا گیا ہو تو کیا وہ دکان دار یہ جواب دے کر بری ہو جائے گا کہ میں نے آپ کو مال زبردستی نہیں دیا تھا آپ نے ایک بزرگ ہستی کے سامنے اپنی مرضی سے لیا تھا اور اس وقت تو آپ بہت خوش تھے' آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

بھائی صاحب نے میری ان باتوں کا آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ الٹا خاندان میں بدنام کیا کہ بات کر کے بدل گیا ہے اور افسوس! کسی نے بھی تو انصاف نہیں کیا کہ

اپنے پرائے محسن و یارانِ بے وفا
بعد از خدائے پاک ہے ہر آسرا فریب

جنابِ اشفاق احمد نے اپنی کتاب ''زاویہ'' میں ایک ایسا ہی واقعہ تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میرے ایک عزیز ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چچازاد بھائی۔ وہ بڑے نیک آدمی ہیں اور ہمیں اچھی نصیحتیں کرتے ہیں ان کی رحیم یار خان میں زمین ہے جس میں باغ ہے بارہ مربع زمین ہے وہ ایک بھائی اور بہن ہیں۔ ان کے اباجی حیات تھے تو وہ سب کام سنبھالتے تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو بڑی سیدھی سی تقسیم تھی کہ آٹھ مربع بھائی کے اور چار مربع بہن کے۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔

اس میں کوئی باریکی بھی نہیں تھی تو وہ بھائی صاحب جو بار بار یہ کہتے تھے کہ اللہ نے طے کر دیا ہے' انہیں جب چار مربع زمین دینی پڑی (ایک مربع کی آمدنی تقریباً چار لاکھ روپیہ سالانہ تھی) اور سولہ لاکھ روپیہ سالانہ بہن کو جانے لگا تو ان کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ خدا اور رسول کے فرمان بتاتے تو بڑے تھے لیکن عمل نہیں تھا۔ میں نے کہا یار تُو تو ہمیں سمجھایا کرتا تھا اس لیے آپا کا حصہ جو بنتا ہے اسے دو۔ کہنے لگا' نہیں' میں ظالم نہیں ہوں' سنگ دل نہیں' میں بڑی احتیاط اور سنبھال کے ساتھ اس کے مربع کا انتظام بھی کرتا ہوں۔ میں نے کہا تُو دفع کر' ایسا نہ کر۔ اس کا خاوند جانے' وہ جانے۔ کہنے لگا نہیں' میں اس کی بہتر مدد کر سکتا ہوں۔ اور میں اس کا خرچ چلانے کے لیے اس کے گزارے کے طور پر دو ہزار روپے دے رہا ہوں۔ دیکھئے! جب یہ سب کچھ ہو گیا تو میں نے ایک روز اپنے اس بھائی کو دیکھا۔ لاہور میں اک جگہ ہے شاہ جمال کالونی' وہاں پر سڑک کے کنارے ایک چڑی مار بیٹھا تھا' یہ طوطے چڑیاں پکڑ کر بیچنے والے ہوتے ہیں' وہاں میرا وہی بھائی کھڑا تھا اور اس نے اس چڑی مار سے کہا ''سو چڑیاں چھوڑ دے اور بتا کتنے کی آتی ہیں۔ اس نے کہا پانچ روپے کی ایک چڑی ہے میرے بھائی نے کہا کہ یہ لو پانچ سو روپے' چڑی مار نے جنگلے کا دروازہ کھول دیا اور چڑیاں پُھر پُھر اڑنے لگیں۔ میں گاڑی میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا بتاؤ طوطا کتنے کا ہے اس چڑی مار نے جواب دیا پچیس روپے کا' میرے بھائی نے کہا کہ چلو دس طوطے چھوڑ دو۔ یہ پیسے دے کر میرا بھائی سمجھا کہ اللہ کے حکم پر اس نے عمل کر لیا ہے اور جو لوگ وہاں کھڑے تھے وہ سب کہہ رہے تھے کتنا نیک دل آدمی ہے جو جانوروں پر اس قدر رحم کرتا ہے تو بندوں پر کیوں نہیں کرتا ہو گا۔

بہرکیف! مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ ایک بھائی نے چالیس سالہ اپنی دکان داری کا سارے کا سارا تجربہ' بھائی پر ہی آزمایا کہ ایک دفعہ گاہک کو اونے پونے دکان سے اتار دو بعد میں کون پوچھتا ہے اور پھر اکثر دکان داروں کا وطیرہ یہی ہے کہ لیتے وقت زیادہ سے زیادہ لو اور دیتے وقت کم سے کم دو۔ حالانکہ اگر کسی کو بعد میں بھی معلوم ہو جائے کہ غلطی سے پیسے کسی کو کم دیئے گئے ہیں تو اسے خود جا کر حساب بے باک کرنا چاہیے اور معذرت کرنا چاہیے کہ آخرت میں پکڑ نہ ہو لیکن جہاں جان بوجھ کر سب کچھ کیا گیا ہو وہاں کیا کہا جائے۔ کہ بھائی صاحب نے صرف اپنی غرض کے لیے حلال کو حرام سے خلط ملط کیا اور ایک بھائی نے اس بھائی کو فریب دیا جو اس مکان کے مکینوں کی نشو و نما میں اپنی جوانی کا رنگ روغن لگاتا رہا۔ اپنا خونِ جگر انہیں پلاتا رہا۔ ماں کے کہنے پر کہ ''تیرے چھوٹے چھوٹے بھائی ہیں گھر میں غربت ہے'' پندرہ سال کی عمر میں گھر کا آرام اور ماں کی مامتا چھوڑ کر' اپنی خواہشات کو تج کر کے' دردر کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ اپنا حق مانگنے پر اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے زندگی بھر کے خلوص اور سادگی کے منہ پر دجل و تلبیس کا تھپڑ مار کر اُلٹا اُسے بدنام کیا گیا اور حقیقت یہ ہے کہ:

میں نے جس شاخ کو پھولوں سے سجایا عارفؔ
میرے سینے میں اُسی شاخ کا کانٹا اُترا

© rasailojaraid.com